اٹھانے کی کوشش کرنی چاہیے. ہم دیکھتے ہیں اگر ایک وزیر تعلیم کام کا آجاتا ہے تو وہ محکمۂ تعلیمات
کیا کر دیتا ہے. کسی یونیورسٹی کا ایک وائس چانسلر اگر صحیح الخیال اور عملی آدمی ہو تو وہ یونیورسٹی کی
اصلاح کر کے اسے کس قدر مفید اور سودمند بنا سکتا ہے. مسلمانوں کی یہ پالیسی کہ "یا کھائیں گے
ورنہ جائیں گے جی سے" انھیں سخت نقصان پہنچا رہی ہے اور وہ نہیں سمجھتے کہ اس وقت
کی سیاسی طاقت میں ان کی صحیح نمائندگی کے نہ ہونے سے انھیں قومی اور جماعتی طور پر کس
نقصانات پہنچ رہے ہیں اور آئندہ اور کس قدر زیادہ نقصانات پہنچ سکتے ہیں۔

یہ جو کچھ ہم نے عرض کیا کوئی نئی بات نہیں ہے. مقصد صرف اس طرف توجہ دلانا
یہ عرض کرنا ہے کہ اگر واقعی آپ اسلام کو محفوظ رکھنا چاہتے ہیں اور مسلمانوں کی جماعتی اور قو
کو باعزت طریقہ پر قائم و باقی رکھنے کے آرزومند ہیں تو خدا کے لئے وسعتِ نظر، بیدار مغزی
سے کام لیجئے اور جو کام کرنے کے ہیں انھیں اس طرح کیجئے جس طرح کہ انھیں کرنا چاہئے. و
امام مہدیؑ کی آمد کے انتظار میں ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھے رہنے سے کوئی کام نہ ہو سکیگا اور
کے سامنے مسئولیت سے نہ بچ سکیں گے۔

دوڑو زمانہ چال قیامت کی چل گیا　　اٹھو وگرنہ حشر نہیں ہوگا پھر کبھی

حضرت مولانا قاری محمد اسحاق صاحب رحمۃ اللہ علیہ

گذشتہ مہینہ کے برہان میں حضرت مولانا شاہ قاری محمد اسحٰق صاحب رحمۃ اللہ علیہ
وفات حسرت آیات کی خبر شائع کی جا چکی ہے. لیکن چونکہ پرچہ کی پوری کتابت ہو چکی تھی اس
شذرہ نہیں لکھا جا سکا. حضرت مرحوم دہلی کے باشندہ تھے. آپ کے والد ماجد مولانا قاری ر
مولانا شاہ عبدالغنی صاحب محدث دہلوی کے خلیفہ تھے اور فنِ تجوید و قرأت میں بڑا کمال

قاری محمد اسحاق صاحب نے ابتدائی تعلیم والد ماجد سے حاصل کی اور قرأت و تجوید کا فن بھی انھیں سے سیکھا۔ اس کے بعد علوم دینیہ کی تحصیل کے لیے میرٹھ تشریف لے گئے۔ یہاں اُن دنوں مدرسہ اسلامیہ ایک خاص شہرت رکھتا تھا۔ مولانا ناظر حسن صاحب اس کے صدر مدرس تھے اور حضرت مولانا عزیز الرحمن صاحب عثمانی بھی اسی مدرسہ میں درس دیتے تھے۔ حضرت قاری صاحبؒ نے تمام کتابیں اسی مدرسہ میں پڑھیں اور یہیں درسِ نظامی کی تکمیل کی۔ آپ کی استعداد نہایت پختہ اور مضبوط تھی۔ خصوصاً فقہ میں بڑی دسترس اور وسیع نظر رکھتے تھے اور تفقہ کی دولت سے جو محض ایک عطیہ خداوندی ہے پورے طور پر بہرہ اندوز تھے۔

حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن صاحب کا اس وقت عالم شباب تھا۔ آپ جتنے بڑے عالم اور فقیہ تھے اتنے ہی بڑے سالک راہِ طریقت اور صاحبِ معرفت بھی تھے۔ قاری صاحب حضرت مفتی صاحب کے حلقۂ تلامذہ میں داخل ہوئے تو آپ کا یہ تعلق صرف علوم ظاہرہ و رسمیہ تک ہی محدود نہیں رہا بلکہ آپ نے استاد سے علوم باطنیہ کی تحصیل بھی کی۔ اور اس ذوق و شوق اور محنت و ریاضت سے کی کہ شاگرد ہو بہو استاد کا آئینہ بن گیا۔ حضرت مفتی صاحب دیکھنے میں بہت سیدھے سادے۔ بڑے بھولے بھالے اور بے تکلف تھے۔ اپنے گھر کے کاموں کے علاوہ پڑوسیوں کا سودا سلف بھی بازار سے لے آتے تھے۔ کم گو تھے، حد درجہ کے مہمان نواز اور غربا پرور تھے۔ چہرہ پر ہر وقت بشاشت اور تبسم کھیلتا رہتا تھا۔ جس سے ملتے تھے تواضع اور غایت انکسار سے ملتے تھے۔ تصنع اور بناوٹ کا کہیں کسی بات میں ذرا دخل نہ تھا۔ نہایت صابر اور قانع تھے۔ ہزاروں مریدوں کا وسیع حلقہ رکھنے کے باوجود کسی سے کبھی کسی چیز کی توقع نہیں رکھتے تھے بلکہ جب کبھی موقع ہوتا تھا خود اپنے بعض غریب مریدوں کی امداد کر دیتے تھے۔ ظاہراً اس طرح بے تکلف رہتے تھے لیکن دل درحقیقت اسرارِ معرفت کا گنجینہ تھا اور روح جمالِ احدیت کی مسلسل ضیا باریوں سے سرچشمۂ تجلیات و انوارِ ایزدی۔

ہو بہو بالکل یہی اوصاف حضرت قاری صاحب کے بھی تھے۔ ان کا دسترخوان وسیع تھا اور دوسروں کو بھی کھانا کھلا کر خوش ہوتے تھے۔ مزاج میں بیحد فروتنی اور خاکساری تھی۔ بڑے ہنس مکھ

اور خوش طبع تھے۔ کم بولتے تھے۔ مگر جب زبان کھلتی تھی تو سوائے قال اللہ اور قال الرسول کے کسی اور چیز کا ذکر بہت کم ہوتا تھا۔ جس سے جو تعلق ہوتا تھا اسے خواہ کچھ ہو پورے طور پر نباہتے تھے۔ نہایت پابند وضع اور بزرگانہ اخلاق و مکارم کے پیکر اتم تھے۔

طالب علمی سے فارغ ہو کر ایک عرصہ تک میرٹھ میں ہی درس دیتے رہے۔ مولانا عاشق الٰہی میرٹھی۔ اور مولانا محمد علی نامی پروفیسر الہ آباد یونیورسٹی۔ ہندوستان کے مشہور قاری مولانا ابو محمد محی الاسلام صاحب پانی پتی ایسے حضرات نے آپ سے علوم دینیہ اور تجوید کا فیض حاصل کیا۔ لیکن آپ کے روحانی کمالات کا سوائے خاص لوگوں کے کسی کو علم نہ تھا۔ ۱۹۲۸ء میں حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد لوگوں کو حضرت قاری صاحبؒ کے خلیفہ مجاز ہونے کا علم ہوا تو حضرت مفتی صاحب کے متعدد مریدوں نے جن میں بعض مشہور علماء شامل ہیں حضرت قاری صاحب سے رجوع کیا اور اب آپ دہلی میں مستقلاً قیام فرما ہو کر فیوض باطنی و روحانی سے مستفید فرمانے لگے۔ سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ سے وابستہ ہونے کے باعث ہر سال حضرت مجدد صاحبؒ کے مزار پر مع ایک جماعت کثیر کے سرہند تشریف لیجاتے تھے اور کئی دن وہاں قیام کرتے تھے چنانچہ اس سال بھی عرصہ دراز کی علالت اور ضعف و نقاہت کے باوجود آپ ۱۳ جولائی کو سرہند تشریف لے گئے۔ واپسی میں طبیعت زیادہ خراب ہو گئی۔ یہاں تک کہ میرٹھ میں ہی آپ اتر گئے اور وہیں چند گھنٹوں کے بعد جان جان آفریں کے سپرد کر دی۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ واعلیٰ مقامہ فی الجنان۔ عمر تقریباً ۸۴ سال کی پائی۔ دو صاحبزادے جناب قاری محمد یوسف صاحب (دہلی آل انڈیا ریڈیو کے مستقل قاری) اور قاری محمد یعقوب صاحب بطور اپنی مادی یادگار کے چھوڑے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں کو صبر جمیل عطا فرمائے کہ ان کے اس غم جانکاہ میں حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اور بھی سینکڑوں مرید، شاگرد اور عقیدتمند شریک ہیں۔